رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ .... للعہ
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عسہ

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۱

شرح چندہ
سالانہ .... للعہ
ششماہی .... ہے
سہ ماہی .... عسہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد ۲	۲۱ بہمن ۱۳۵۳ ف	۲۷ ذیحجہ ۱۳۶۲ ھ	۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء شنبہ	نمبر (۳۷)

طہران کانفرنس اور ہندوستان

مستقبل سے متعلق قیاس آرائیاں

اقوام متحدہ کی قائدین کی تاریخی کانفرنس نے جو طہران میں منعقد ہوئی تھی ہندوستان میں مختلف جذبات پیدا کئے۔ اس امر پر سب متفق ہیں کہ اس کانفرنس کی کاروائی کے نتیجے کے طور پر میدان جنگ میں دول محور کو کاری ضرب لگائی جائے گی لیکن طہران کانفرنس کے فیصلوں کے سیاسی مضرات کی نسبت ایک طرح کی مایوسی پائی جاتی ہے۔ ایشیا کی نوآبادیات کا اور ان ممالک کا خاص طور پر ذکر نہ کیا جانا جو مغربی دول کے محکوم ہیں اور ہندوستان کو آزادی عطا کرنے کے وعدہ کا فقدان سارے ملک میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔

مبہم طمانیت

اس واقعہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ سابقہ اعلانات کے برخلاف طہران کا اعلان دنیا کے تمام حصوں اور اقوام پر منطبق ہوتا ہے اور اس حد تک اس کا خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس امر پر اظہار افسوس کیا جا رہا ہے کہ جو طمانیت دی گئی ہے وہ مبہم ہے۔ یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ جس طرح ایران کو خاص طور پر طمانیت دی گئی اسی طرح ہندوستان، ملایا اور جزائر ہند کو دی جانی چاہئے تھی۔

ہم اس کی نسبت اختلاف رائے پیدا ہو رہا ہے کہ آیا طہران کا اعلان منشور اوقیانوس کا کوئی اضافہ کرتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے اضافہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں ہوتا۔ اول الذکر طبقہ کی رائے ہے کہ منشور اوقیانوس کی رو سے نتیجتاً ایک ایشیائی ملک پر بھی اب منطبق ہوگا کا خیال ہو چکا ہے۔

بین الاقوامی معاملات میں عدم مداخلت کی تلقین طہران کے اعلان کی اسپرٹ اور بنیاد کے منافی ہے۔ اور اگر تینوں دول تسلط اور استحصال کی کسی صورت کو بھی روا نہیں رکھتے تو وہ صاف کیوں نہیں کہتے؟ یہ اندیشہ ہے کہ ان مبہم فقروں کے پیچھے حاکمین اور محکوم اقوام کی حد تک موجودہ حال کو برقرار رکھنے کی خواہش کارفرما ہے۔

ہندوستان کا مستقبل

اس امر پر اظہار حیرت کیا جا رہا ہے کہ نہ تو پریسیڈنٹ روزویلٹ نے اور نہ مارشل اسٹالن نے ہندوستان اور اس کے مستقبل کی نسبت کسی چیز کو شامل کرنا ضروری سمجھا۔ یہ بحث کی جاتی ہے کہ ہندوستان کا مسئلہ طہران کانفرنس کی آزمائش کا معیار ہے۔ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امن اور خوشحالی کا نیا نظام قائم کرنے کے لئے چھوٹی اقوام کو جو دعوت دی جا رہی ہے وہ کوئی نئی بات نہیں۔

ایشیا کی قوموں کے سامنے منشور اوقیانوس ہے جس کی اسپرٹ کی برطانوی وزیر اعظم نے اس وقت نفی کر دی جبکہ اس کو سلطنت برطانیہ کے باہر دنیا کے سامنے ایک عظیم الشان دستاویز کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا تھا۔ اس نے طہران کے اعلان سے ایشیا کی محکوم قوموں کے لئے کوئی امید پیدا نہیں ہوتی تاوقتیکہ منشور اوقیانوس کی مسٹر چرچل نے جو تعبیر کی ہے وہ بدل نہ دی جائے۔

مسٹر وکہم اسٹیڈ نے "ہندوستان اور چار آزادیاں" کے عنوان پر نشرگاہ لندن سے تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

مسٹر ایمری نے مجھے یہ کہنے کا مجاز گردانا ہے کہ ہندوستان پر منشور اوقیانوس کا اطلاق ہوتا ہے۔ منشور اوقیانوس کے اصولوں کا ہندوستان پر اس وقت بھی اطلاق ہوتا رہا ہے جبکہ پریسیڈنٹ روزویلٹ اور مسٹر چرچل نے منشور اوقیانوس جاری نہیں کیا تھا۔

مسٹر ایمری کی یہ اطمینان دہانی جس کا ذکر مسٹر وکہم اسٹیڈ نے کیا ہے اپنی اہمیت کھو دیتی ہے کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ منشور اوقیانوس کے اصول ہندوستان پر اس وقت سے منطبق ہو رہے ہیں جبکہ یہ منشور مدون نہیں ہوا تھا۔ مطالبہ جو کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ ہندوستان کو معین طور پر منشور اوقیانوس یا طہران کے اعلان یا دونوں کے دائرہ عمل کے تحت لایا جانا چاہئے۔ "اگر قائدین کا فی الحقیقت یہ منشا ہے کہ ان کے وعدے پورے کئے جائیں تو انہیں اپنے چند وعدوں کا الفاظ واضح کر دینا چاہئے اور دوران جنگ تک مسائل کو 'برف دان' میں نہیں رکھنا چاہئے۔"

دہلی میں یہ قیاس آرائیاں ہو رہی ہیں کہ جدید وائسرائے سیاسی قیدیوں کی رہائی کے متعلق فوری اعلان اور گفت و شنید شروع کرنے والے ہیں۔ یہ واقعہ کہ چند روز کے بعد وائسرائے کلکتہ میں ایوان تجارت کو مخاطب کریں گے ان قیاس آرائیوں کی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ عالیہ حلقوں میں کوئی ایسی بات واضح نہیں ہوئی جو اس قسم کی رجائی پیش قیاسیوں کو حق بجانب قرار دے سکے۔ ایسی پیش قیاسیاں ابھی قبل از وقت ہیں۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۶)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳	۲۱ بہمن ۱۳۵۳ف	نمبر ۲۷

مسئلہ اغذیہ اور حکومت

کاشتکاروں سے غلہ کی راست خریداری کے متعلق معترضین کو یہ شکایت تھی کہ حکم مذکور کے اثر سے مستثنیٰ کرنے کا اختیار چونکہ صدر ناظم رسد کو دیا گیا ہے اس لئے ایسے کاشتکاروں کو جن کے ہاں فصل خراب ہوگئی ہو یا پیداوار معمول کے مطابق نہ ہوئی ہو استثناء حاصل کرنے میں بڑی دشواریاں لاحق ہوں گی۔ یہ امر عام طمانیت کا موجب ہوگا کہ حکومت سرکار عالی نے استثناء کے اختیارات مقامی عہدہ داروں کو عطا کر دئے ہیں۔ نہ صرف یہی رعایت کی گئی ہے بلکہ سیست سندھیوں اور پوت داروں کے انعامی اراضیات کو اس حکم کے اثر سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ حکم بھی جاری کر دیا گیا ہے کہ اگر فصل روپیہ میں آٹھ آنے سے کم ہو تو مقررہ مقدار کا صرف نصف حصہ خریدا جائے۔ اور اگر فصل چار آنے سے بھی کم ہو تو ایسے کاشتکاروں سے غلہ خریدا ہی نہ جائے۔ مواضعات کی کمیٹیوں کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ ایسے کاشتکاروں کی سفارش تحصیلدار سے پاس کرے جو کمیٹی کی رائے میں رعایت کے مستحق ہوں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مراعات کافی فیاضانہ متصور ہوں گے اور کاشتکاروں کو کسی قسم کی دشواری لاحق نہ ہوگی۔

ناواجبی مطالبہ ۔ بعض پبلک اداروں نے یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ جب اجناس کے وقت زبر آمد اور ضبط کئے جائیں تو ان کی قیمت بازار کے نرخ پر ادا کی جائے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مطالبہ ناواجبی ہے۔ اول اس وجہ سے کہ ذخیرہ بازی بجائے خود ایک قانونی اور سماجی جرم ہے اور مجرموں کے ساتھ رعایت کرنا جرم کو تقویت دینا ہوگا۔ اور ہونا تو یہ چاہئے کہ جب ذخائر برآمد ہوں تو انہیں بلا ادائی قیمت ضبط کر لیا جائے لیکن یہ محض حکومت سرکار عالی کی مہربانی ہے کہ وہ ان کی قیمت بھی ادا کر رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ذخائر اس زمانہ میں پوشیدہ کئے گئے تھے جبکہ جوار پر نگرانی قائم تھی اور جوار کی قیمت آٹھ اور دس روپے فی پلہ کے درمیان تھی۔ پس ایسی کم داموں پر خریدی ہوئی جوار کو اگر حکومت تقریباً دوگنے دام دے کر خریدے تو ایسے عمل کو انتہائی رعایت ہی کہا جا سکتا ہے۔

مولوی سید فضل اللہ صاحب صدر ناظم رسد کی حالیہ تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی کی جملہ غذائی پیداوار کی مقدار ۲۸ لاکھ ٹن ہے۔ کاشتکاروں سے راست خریداری کے حکم کے تحت حکومت سرکار عالی زیادہ سے زیادہ ۳ لاکھ ٹن خریدنے کی توقع رکھتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر جملہ پیداوار کا صرف ½ حصہ خریدا جائیگا۔ ظاہر ہے کہ یہ مقدار ایسی نہیں جس پر ہمارے مقامی سیاسی اداروں کا شور و غوغا حق بجانب سمجھا جا سکے۔

نفع اندوزوں کی تعداد بڑھ گئی

اجناس خوردنی کی بڑھی ہوئی قیمتوں کے پیش نظر محض نفع اندوزی کی خاطر بہت سے افراد غلہ کی تجارت کرنے لگے تھے جو جنگ سے قبل اس کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درمیانی اشخاص کی تعداد بڑھ گئی اور اسی لحاظ سے قیمتیں بھی بڑھتی گئیں محکمہ نگرانی اجناس کے لحاظ سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ حکومت کو غلہ کی مقدار، حمل و توزیع، اور حمل و نقل سے متعلق پوری اطلاعات حاصل ہو جائیں گی اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہی لوگ غلہ کی تجارت کے مجاز ہوں گے جو ہمیشہ سے یہ کام انجام دیتے رہے ہیں۔ غلہ کے قدیم تاجروں کو محکمہ نگرانی اجناس کی اس دفعہ کا خیر مقدم کرنا چاہئے جس میں یہ حکم ہے کہ ہر تاجر غلہ خواہ وہ تھوک فروش ہو یا خوردہ فروش اجازت یافتہ ہوگا۔ ہمیں توقع ہے کہ اس دفعہ کی وجہ سے درمیانی منافع گیروں کی تعداد گھٹ جائے گی اور صارفین کا بار بھی ہلکا ہوگا۔

یہ خبر موجب مسرت ہے کہ حکومت سرکار عالی نے حکومت ہند سے حسب ذیل اجناس درآمد کرنے کا انتظام کر لیا ہے۔

(۱) چاول (۲۰) ہزار ٹن

(۲) گیہوں، آٹا، میدہ وغیرہ (۱۸) ہزار ٹن

(۳) جو (۵) ہزار ٹن

(۴) گڑ (۱۰) ہزار ٹن

یہ مال حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن کے توسط سے درآمد کیا جائے گا اور بلا منافع صارفین میں اجازت یافتہ تاجروں کے ذریعہ ایسے نرخ پر فروخت کیا جائے گا جو حکومت مقرر کرے گی۔

مناسب قیمتوں کا تعین

قیمتوں کے تعین میں بھی جہاں تک ہمنے اہل الرائے اصحاب سے سنا ہے حکومت نے جملہ امور کو پیش نظر رکھا ہے۔ کاشتکاروں کو یہ شکایت ہو سکتی تھی کہ حکومت جس نرخ پر ان سے اجناس خرید رہی ہے وہ نرخ بازار کے نرخ سے بہت کم ہے جس کی وجہ سے ان کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے حکومت نے بازار کے نرخ بھی مقرر کر دئے ہیں۔ اب کوئی تاجر حکومت کے مقرر کردہ نرخ سے زیادہ صارفین سے قیمت وصول نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ ایسا کرے تو تحت سزا کا موجب ہوگا۔ قیمتوں کے اس طرح متعین ہو جانے کی وجہ سے کاشتکار خواہ وہ حکومت کے ہاتھ غلہ فروخت کرے یا تاجر کے تقریباً وہی قیمت حاصل کرے گا۔

بعض پبلک کارکنوں کو اکثر یہ شکایت رہی ہے کہ حکومت کے احکام تو نہایت معقول اور مفید ہوتے ہیں لیکن مواضعات اور تعلقات میں ان کی تعمیل صحیح طور پر نہیں ہوتی۔ اس شکایت کو رفع کرنے کے لئے حکومت سرکار عالی نے یہ طے کر دیا ہے کہ غذائی کمیٹی کے غیر سرکاری ارکان اضلاع کا دورہ کر کے اس امر کا اطمینان کریں کہ سرکاری احکام کی ٹھیک ٹھیک تعمیل ہو رہی ہے یا نہیں۔ یہ طریقہ کار نہایت مستحسن ہے اور ہمیں توقع ہے کہ غیر سرکاری ارکان اس اعتماد کا احترام کریں گے جو حکومت نے ان پر کیا ہے۔

غذائی کمیٹی کی اہمیت

الغرض غذائی کمیٹی کا قیام اور حکومت کا یہ اعلان کہ وہ کمیٹی کی تجاویز کو وقعت کی نظر سے دیکھے گی اور کمیٹی کی سفارشات سے حکومت کو اختلاف ہو تو ایسی سفارشات کو بہ اظہار وجوہ کمیٹی سے غور مکرر کے لئے روانہ کرے گی ایک ایسا اعلان ہے جو یہ امید دلاتا ہے کہ غذائی مسئلہ حکومت اور پبلک کے باہمی تعاون سے صحیح طور پر حل کیا جا سکے گا۔ اب اگر ہمیں کسی چیز سے اختلاف ہے تو یہ ہے کہ زرعی پیداوار کے جمع اعداد و شمار کی فراہمی سے قبل حکومت جدید وعدے حق بجانب یا قابل ایفا تصور نہیں کئے جا سکتے اگر تحقیق کے بعد یہ ثابت ہو جائے کہ ہماری پیداوار ہماری ضروریات سے زائد ہے تو ضرورت مند علاقوں کی مدد ہمارا انسانی فرض ہو جاتا ہے۔ پس برآمدات کے سلسلہ میں اگر حکومت عجلت سے کام نہ لے تو ملک پر بڑا احسان ہوگا۔ بہ حیثیت مجموعی ہم حکومت کے موجودہ غذائی مسلک سے اپنے آپ کو متفق پاتے ہیں اور ملک کے پبلک اداروں سے متوقع ہیں کہ وہ غذائی مسئلہ کو اپنے سیاسی یا فرقہ واری اغراض کی تکمیل کا ذریعہ نہیں بنائیں گے۔

اعداد کا مغالطہ

اس ضمن میں ہم مسٹر رنگ راؤ صدر مجلس

کی ایک حالیہ تصنیف کا خیر مقدم کرتے ہیں جو مسئلۂ لسانی اور شبہات پر "گورنمنٹ" کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ مسٹر نرسنگ راؤ نے بڑی کاوش سے یہ کتاب تیار کی ہے اور ایک اہم مسئلہ پر نہایت مفید مواد مہیا کر دیا ہے۔ آپ نے تمہید میں لکھا ہے کہ:۔

"موجودہ لسانی مسئلہ کے تعلق سے کتاب ایک ہی کوشش ہے اور یہ بے معنی کوشش کرنے کی جرأت محض اس لئے کی گئی کہ یہ موضوع زیر بحث آئے اور تنقید و تبصرہ سے غلطیوں کی اصلاح ہو۔ نیز اس موضوع پر قابل اور جوشیلے نوجوانوں کے ماہرانہ خیالات ملک کے سامنے آئیں۔ اگر یہ مقصد پورا ہو تو میں اپنی کوشش میں اپنے آپ کو کامیاب خیال کروں گا۔"

مسٹر نرسنگ راؤ کو اس امداد کی ضرورت محسوس ہوئی جو سے لاحق ہوتی کہ ہمارے ہاں صحیح اور مکمل اعداد و شمار کا فقدان ہے جس کی ضرورت پر ہم نے اپنی گزشتہ اشاعت میں حکومت کو بطور خاص متوجہ کیا ہے۔ اعداد و شمار ایک ایسی لچکدار چیز ہے جس سے ہر قسم کا کام لیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بات صرف کام لینے والے کے نقطۂ نظر پر منحصر ہے کہ ان سے کیسے نتائج اخذ کرے۔

بے وقت کی راگنی

مسٹر نرسنگ راؤ نے اپنی کتاب میں مسئلہ کے حل کے لئے جو اصول پیش کئے ہیں وہ تقریباً ادھوری ہیں ... حکومت سرکار عالی ... ہے مسٹر نرسنگ راؤ کا خیال ہے کہ حکومت کے مسائل کی کامیابی اس امر پر منحصر ہے کہ:۔

"موجودہ دفتری طریقہ حکومت کی جگہ عوامی عنصر کو لایا جائے۔"

اگر مسٹر نرسنگ راؤ کا یہ منشا ہے کہ افراد میں رد و بدل ہو یعنی جہاں موجودہ ملازمین یا غیر ملازمین عمدہ کارگزار ہیں ان کی جگہ ان اصحاب کو بٹھایا جائے جو عوام کی نمائندگی کے مدعی ہیں تو یہ چیز ناقابل فہم اور بے وقت کی راگنی ہے۔ اور اگر مقصد یہ ہے کہ حکومت کی پالیسی مفاد عامہ پر مبنی ہو تو خود مسٹر نرسنگ راؤ تصدیق کریں گے کہ حکومت سرکار عالی کی پالیسی خواہ وہ لسانی مسئلہ سے متعلق ہو یا ملک کی فلاح و بہبود کے دیگر مسائل سے ہمیشہ وہی ہوا کرتی ہے جو ایک ذمہ دار حکومت کی ہوتی ہے۔ ایک ... ایسا ہے جہاں موجودہ حکومت اور وہ حکومت جس کو مسٹر نرسنگ راؤ عوامی حکومت کہتے ہیں ... اور وہ ... اور خطرات ... پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ عوامی حکومت کے طلب گاروں نے عوام کے آگے تمام مسائل ... کوئی مواد پیش نہیں کیا جس کی بنا پر یہ توقع کی جا سکتی کہ مطلوبہ عوامی حکومت ملک ... عوام کے جذبات و رجحانات کی صحیح ترجمان ثابت ہوگی۔ جب عوامی حکومت سے ملک کو یہ فائدہ حاصل نہ ہو تو ایسی صورت میں موجودہ طرز حکومت کو ... طرز حکومت پر اس لئے فوقیت حاصل ہوتی ہے کہ موجودہ حکومت ... تجربہ ہے اور عوامی حکومت کے طلب گار ایسے تجربہ اور کار ہائے ... صلاحیت سے بالکل نا آشنا ہیں۔ ... معلوم ہوتا ہے کہ طرز حکومت کے ... حکومت ... عوام کو ... ان ... کو برداشت کرنے کی صلاحیت ہے۔ ان حقائق سے آنکھیں بند کر کے اور ... مسائل سے گریز کر کے عوامی حکومت کے نعرے لگانا رہبری نہیں عوام فریبی ہے۔

دستوری اصلاحات کا دوسرا قدم

گزشتہ ہفتہ نواب صدر اعظم بہادر نے آئینی مشاورتی اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے ایک اہم اعلان فرمایا۔ آئینی مشاورتی مجالس کے قیام سے اصلاحات کے نفاذ میں ایک اور قدم اٹھایا گیا ہے۔ اس سے قبل ضلع کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں آ چکا ہے۔ گزشتہ سال پنچایتوں، مقامی ... جات کے آئین، مجالس اضلاع اور تعلقاتی مجالس کے قوانین شائع ہو چکے ہیں۔ اس طرح دستوری اصلاحات کا بتدریج نفاذ عمل میں لایا جا رہا ہے۔ دستوری اصلاحات سے متعلق ہم کئی بار اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں اور یہ واضح کر چکے ہیں کہ ان اصلاحات کے وہی لوگ مخالف ہیں جو ملک کی فلاح و بہبود نہیں چاہتے بلکہ شور و شغب سے اپنی قیادت برقرار رکھنا چاہتے ہیں ورنہ اس اٹل حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جو دستور ملک کے تمدنی اور سماجی حالات اور ذہنی سطح سے مطابقت نہ رکھے وہ دیر تک بھی نہیں چل سکتا۔

ملک کے ساتھ ایک آئینی مشاورتی مجلس کی تشکیل حیدرآباد کے جدید دستور کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اور ممالک کے دساتیر میں نہیں پائی جاتی۔ ان مجالس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ قومی تعمیر کے ... اور تفصیلی کام مجلس مقننہ ... جماعت سے بدرجہا بہتر طریقہ پر انجام پا سکیں گے اور اہم مسائل کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی غور و خوض ہو سکے گا۔

ان مجالس کی افادیت سے متعلق بعض حلقوں کی جانب سے چند شبہات کا اظہار کیا جاتا تھا۔ نواب صدر اعظم بہادر نے اپنی تقریر میں ان شبہات کا ازالہ فرما دیا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ:۔

"مشاورتی مجلسوں کی بدولت عہدہ داروں اور غیر سرکاری اراکین کے درمیان تبادلۂ خیال کے مواقع حاصل ہوں گے۔ وہ ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو اور ایک دوسرے کی مشکلوں کو سمجھنے میں مدد دیں گے۔ اور قومی تعمیر کے اہم مسائل کے تعلق سے ہم آہنگی کو آگے بڑھانے کا کامیاب ذریعہ ثابت ہوں گی جو ذہنی اور عملی ... کے ایک جزو ... نظر آ رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ حضرات کی متفقہ رائے ایسی چیز نہیں جس سے کوئی حکومت بلا وجہ بے اعتنائی کر سکے۔ میں آپ کو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو میرے محترم رفیق صدر المہام صاحب متعلقہ کا پورا اعتماد اور تائید حاصل رہے گی۔ قواعد میں بھی یہ حکم ہے کہ آپ کے مشورہ کا لحاظ کیا جائے گا اور اگر کسی مسئلہ میں صدر المہام متعلقہ کو اپنی کمیٹی کے مشورے سے اختلاف ہو تو ان کی رائے مع وجوہ اختلاف صدر اعظم کے پاس پیش ہوگی اور اگر انہیں بھی اختلاف ہو تو آخری تصفیہ سے پہلے مسئلہ مجلس کے غور کرنے کے لئے واپس کیا جائے گا۔"

ہم نواب صدر اعظم بہادر کے اس اعلان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ اس اطمینان دہانی کے بعد مجالس کی رائے کو وہ وقعت دی جائے گی جس کی وہ مستحق ہے ان مجالس کی افادیت میں اب کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ اس ضمن میں اگر ہم حکومت کو مجلس مقننہ کے جلد سے جلد قیام کی جانب توجہ دلائیں تو بے محل نہ ہوگا۔ ملک کے مختلف مفادات اور نظم و نسق میں ربط قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مجلس مقننہ بعجلت ممکنہ قائم کی جائے۔

اخبار مملکت کے ملنے کے پتے

احمد بک ڈپو چار مینار حیدرآباد دکن
مکتبۂ ابراہیمیہ عابد روڈ حیدرآباد دکن
... عابد روڈ حیدرآباد دکن
ایجنسی اخبار ... معظم جاہی مارکٹ حیدرآباد

بلدہ حیدرآباد میں صحت عامہ کی موجودہ کیفیت

مقامی طبیبوں کے خیالات

(۳۸) فیصد طلبا کی بینائی ناقص ہوتی ہے۔

چونکہ عام طور سے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ شہر حیدرآباد میں آج کل بعض امراض بالخصوص ایسے امراض کی زیادتی ہے جو خراب غذا استعمال کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے معلومات حیدرآباد کے نمائندوں نے یہ دریافت کرنے کے لئے بعض مقامی طبیبوں سے ملاقات کی کہ آج کل شہر میں کونسے خاص امراض پھیلے ہوئے ہیں ان کے کیا اسباب ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے کونسی تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں۔ چنانچہ اطبا صاحبان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آج کل بعض امراض کی زیادتی ہے اور اس زیادتی کے چند اہم اسباب یہ ہیں کہ پانی کافی صاف کیا ہوا نہیں ہوتا ہے، گھی اور دودھ میں آمیزش ہوتی ہے، گوشت خراب ملتا ہے، ترکاریوں کی کافی مقدار دستیاب نہیں ہوتی، شکر نہ ملنے کی وجہ سے گڑ زیادہ استعمال کیا جا رہا ہے اور گیہوں کی قلت ہے۔ بعض اطبا صاحبان کے بیانات کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

ڈاکٹر سری دھر نائنڈو نے فرمایا کہ آج کل موسم گرما کے شدید دنوں کی خرابی، پیچش، حناق اور آنتوں سے متعلق امراض زیادہ پھیلے ہوئے ہیں اور بچے ان امراض سے خاص طور پر متاثر ہو رہے ہیں۔ ان میں بعض بیماریاں تو ہوا میں رطوبت اور مکھیوں کی وجہ سے پھیلی ہیں اور بعض خراب دودھ اور مکھیوں میں پھیلی ہوئی غلاظت کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر بیماریاں پھیلانے والی ان اشیاء کے بارے میں مناسب انتظام کر لیا جائے تو اکثر امراض کی موثر روک تھام ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد حسین خان نے فرمایا کہ آج کل حیدرآباد میں جو امراض پھیلے ہوئے ہیں ان میں ملیریا، یرقان، میعادی بخار اور پیچش زیادہ اہم ہیں اور ان کی روک تھام کے لئے مکھیوں سے گھروں کو پاک و صاف کرنا اور غیر صاف کئے ہوئے پانی اور خراب قسم کے میوے، گوشت اور دوسری اشیاء خوردنی کے استعمال سے محترز رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے سڑے ہوئے میووں اور گوشت کو فنائع کر دینے کا مشورہ دیا۔

ڈاکٹر پی۔ ن۔ راما نندنے خیال ظاہر فرمایا کہ آج کل جو جلدی بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں ان میں کھجلی کا بہت زور ہے۔ یہ بیماری متعدی ہے اور ایک شخص سے دوسرے شخص کو لگتی ہے۔ بچے اس بیماری سے خاص طور پر جلد متاثر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مدرسوں میں تعلیم پانے والے بچوں پر پوری نگرانی رکھنا ضروری ہے اور جو بچے کھجلی میں مبتلا ہوں انہیں جماعت میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جانی چاہئے۔

ڈاکٹر میڈگی نے جنسی امراض اور ان سے محفوظ رہنے کے طریقوں سے واقفیت کو ضروری قرار دیتے ہوئے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ اگر سماج جنسی معاملات کے بارے میں شرم و حیا اور شائستگی کے غلط تصورات دور کر کے حقیقت حال پر نظر رکھتے ہوئے حفظ ماتقدم کی تدابیر اختیار کرے تو ان امراض میں مبتلا لوگوں کے تناسب میں بڑی حد تک کمی ہو جائے گی۔

ڈاکٹر پی سی بیا نک ماہر چشمیات نے فرمایا کہ آشوب چشم کا مرض آج کل بہت پھیلا ہوا ہے اس مرض کی وجہ سے پپوٹے پھول جاتے ہیں اور آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے۔ کیچڑ نکلنے کی وجہ سے صبح کو پپوٹے چپک جاتے ہیں صاف دکھائی نہیں دیتا اور آنکھوں میں درد بھی محسوس ہوتا ہے۔ اگر اس مرض پر پوری طرح توجہ نہ کی گئی تو قرنیہ ہو جاتا ہے اور نابینائی کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہندوستان میں نابیناؤں کی تعداد میں اضافہ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آشوب چشم کے علاج پر پوری توجہ نہیں کی جاتی۔

آنکھوں کے امراض میں ایک اور مرض کی بھی زیادتی ہے جو گرے بارہ کی بیماری کہلاتا ہے اس مرض میں پپوٹوں پر چھوٹے چھوٹے دانے پڑ جاتے ہیں اور اس کے علاج میں کافی عرصہ لگتا ہے۔ اس مرض کی شدت سے بھی قرنیہ اور نابینائی کا خطرہ رہتا ہے۔

آنکھوں کے یہ امراض پھیلنے کے متعدد اسباب ہیں جن میں اہم ترین سبب چھوت ہے یعنی یہ مرض ایک شخص سے دوسرے شخص کو لگ جاتا ہے اس لئے احتیاط کرنا بہت ضروری ہے۔ ان امراض سے محفوظ رہنے کے لئے صفائی کی ضرورت ہے۔ اگر روزانہ صاف پانی سے تین چار مرتبہ آنکھیں دھو ڈالی جائیں تو امراض سے متاثر ہونے کا امکان کم رہتا ہے۔ آنکھیں پونچھنے کے لئے جو کپڑا یا رومال استعمال کیا جائے وہ بھی بہت صاف ہونا چاہئے۔ معمولی آشوب چشم کا علاج پانی میں پھٹکری ڈال کر آنکھیں دھو کے کیا جا سکتا ہے ۱۵ ا پیالے پانی کے لئے چاول کا آدھا بیج پھٹکری کافی ہوتی ہے۔ لیکن اگر مرض بڑھ جائے تو کسی ڈاکٹر کا علاج کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

ان امراض سے محفوظ رہنے کے لئے مناسب خوراک کا استعمال بھی ضروری ہے کیونکہ صحت برقرار رکھنے کے لئے جن حیاتین کی ضرورت ہے اگر ان کی کافی مقدار استعمال نہ کی جائے تو آنکھیں بھی متاثر ہو جاتی ہیں۔ ان حیاتین میں سب سے اہم حیاتین الف ہے جو دودھ، گاجر اور بعض میووں میں کافی مقدار میں موجود ہوتی ہے۔ حیاتین کی کافی مقدار استعمال کرنے کی وجہ سے بیماریوں کے جراثیم کی روک تھام ہو جاتی ہے اور صحت قائم رہتی ہے۔

حکیم عبدالستار صاحب نے فرمایا کہ آج کل ہیضہ نے حیدرآباد میں وبائی صورت اختیار کر لی ہے اور اس مرض کی شدت کا سبب ہوا میں حدت اور خراب گھی کا استعمال ہے جس میں مضر اجزا کا میل ہوتا ہے اور اس سے صفرہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب نے یہ مشورہ دیا کہ اگر خالص گھی دستیاب نہ ہو سکے تو استعمال سے قبل گھی کو تلسی کے پتے اور پان ڈال کر اچھی طرح جوش دے لیا جائے ایک سیر گھی کے لئے تلسی کا ایک پتہ اور دو پان کافی ہیں۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ ہوا صاف رہے۔ چنانچہ مکان کو پاک صاف رکھنا چاہئے اور اس کے لئے صندل کا برادہ جلا جائے تو بہت مفید ہوگا۔ تیسری احتیاطی تدبیر یہ ہے کہ استعمال سے قبل پانی کو جوش دے لیا جائے تاکہ پینے کا پانی مضر اثرات سے پاک ہو جائے۔

حکیم محمد شعیب صاحب نے فرمایا کہ آج کل حیدرآباد میں یرقان، میعادی بخار، ملیریا اور پیچش کی زیادتی ہے۔ انھوں نے ان امراض کے پیدا ہونے کا ایک اہم سبب یہ بتایا کہ بازار میں جو گھی ملتا ہے وہ خراب قسم کے تیل، چربی اور مضر صحت اجزا کا آمیزہ ہوتا ہے۔ مونگ پھلی اور بنولہ کا تیل زیادہ ملا ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں یرقان پیدا کرتی ہیں۔ ان کے علاوہ صحت بخش غذا اور ترکاریوں کی اتنی مقدار عام طور پر نہیں ملتی ہے جتنی بقائے صحت کے لئے ضروری ہے۔

حکیم بشیر احمد صاحب نے فرمایا کہ آج کل حیدرآباد میں جن امراض کی کثرت ہے ان میں یرقان، کھانسی اور میعادی بخار زیادہ اہم ہیں اور اس کا اہم سبب صفرہ کی زیادتی ہے۔ ہوا میں گرمی اور گرم غذاؤں کے استعمال سے صفرہ زیادہ پیدا ہوتا ہے شکر نہ ملنے کی وجہ سے لوگ گڑ زیادہ استعمال کرنے لگے ہیں جو گرم ہوتا ہے۔ گھی میں مونگ پھلی کے تیل کا بہت میل ہوتا ہے اور مونگ پھلی شدت سے صفرہ پیدا کرتی ہے۔ ان چیزوں کے علاوہ مصنوعی دودھ کا استعمال بھی ان امراض کا ایک اہم سبب ہے۔

بعض اطبا صاحبان نے اپنا نام شائع کرنا مناسب نہ سمجھا تاہم انھوں نے معلومات حیدرآباد کے نمائندوں کو ملاقات کا موقع دے کر اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔ ان حضرات کے خیال میں بھی آج کل وبائی یرقان، پیچش، میعادی بخار اور ملیریا کی کثرت ہے۔

[illegible]

معاشی کمیٹی کی سرگرمیاں

راجہ گرو داس کا خطبۂ صدارت

راجہ گرو داس نے چھٹی معاشی کانفرنس کے اجلاس اول کی صدارت کرتے ہوئے جو خطبۂ صدارت پڑھا اس کے چند اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جن سے معاشی کمیٹی انجمن طیلسانین عثمانیہ کی تعمیری سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے۔

اس عالم بے چینی میں جبکہ دنیا کا گوشہ گوشہ جنگ و جدل کا گہوارہ بنا ہوا ہے اور دنیا کا ہر سیاسی اور معاشی نظام تہ و بالا ہو رہا ہے یہ اعلیٰحضرت حکیم السیاست خسرو دکن و برار خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی حکیمانہ رہبری ہے کہ مملکت آصفیہ کی رعایا امن و اطمینان کے ساتھ اپنی ہر جہتی ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور بحمد اللہ ملک کی معاشی ترقی کا موقع مصنوعات ملکی کی نمائش کی شکل میں ہمارے سامنے جلوہ گر ہے جس کا افتتاح خود سلطان دکن و برار مدظلہ العالی متعالی کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔

ملک کی معاشی ترقی سے خانوادہ آصفی کی ہر جلیل القدر ہستی کو جو گہری دلچسپی رہی ہے اس نے اس عالم پریشانی میں ملک کی رعایا کے لیے مسیحائی کا کام کیا۔ چنانچہ غریب رعایا کے لیے سستے داموں اجناس کے فروخت کرنے کی بزم میں حضرت شہزادی صاحبان دودمان آصفی مدظلہ کا موں کا جو افتتاح فرما رہی ہیں ان سے جس قدر اہل ملک کے قلوب مسخر ہو رہے ہیں آج اس کی مثال دنیا کی کوئی سلطنت پیش نہیں کر سکتی۔

اس موقع پر بہ حیثیت صدر معاشی کمیٹی میرا یہ فریضہ ہے کہ میں ان علمی کاموں کا تذکرہ کروں جن کی ذمہ داری آج سے سات آٹھ سال قبل انجمن طیلسانین عثمانیہ کی معاشی کمیٹی نے اپنے ذمہ لی ہے۔

حضرات! جہاں جامعہ عثمانیہ دور جامعہ کا زرین علمی کارنامہ ہے وہاں جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل طیلسانین کی انجمن نے اپنے علمی کارناموں سے ملک میں وہ درجہ اور مقام حاصل کر لیا ہے جس کی ملک میں کوئی نظیر نہیں مل سکتی!

ملک آصفیہ کی ہر جہتی ترقی میں اس انجمن کی مساعی نے ملک کے ہر متعلقہ اور مختلف خیال کے افراد کے ایک جا کرنے میں جو حصہ لیا ہے وہ حیدرآباد معاشی کمیٹی" کے قیام کی صورت میں آپ کے سامنے ہے اگرچہ کہ ابتداء میں کمیٹی کے اغراض و مقاصد صرف یہ تھے کہ جامعہ عثمانیہ کے فارغ التحصیل طیلسانین کے لیے سرکاری ملازمتیں یا فراہمی روزگار کی تدابیر اختیار کی جائیں۔ لیکن کمیٹی کے بانیوں نے بہت جلد اس امر کو محسوس کیا کہ کسی ملک کی ترقی صرف چند محدود اغراض کی تکمیل یا چند افراد یا طبقوں کی فارغ البالی سے نہیں ہو سکتی بلکہ جب تک پورے ملک کے مفاد کو پیش نظر رکھا جائے اور ملک کے تمام وسائل کو کام میں نہ لایا جائے مستحکم اور پائیدار مستقبل کی ضمانت نہیں لی جا سکتی۔

چنانچہ بانیان کمیٹی نے اہل ملک کے ہر طبقہ سے تعاون عمل کی درخواست کی اور ان سب کی مشترکہ سعی و کوشش سے "حیدرآباد معاشی کمیٹی" کا قیام عمل میں آیا اور حیدرآباد اکنامک ایسوسی ایشن" اس میں ضم کر دی گئی۔ "حیدرآباد معاشی کمیٹی" کی رکنیت ملک کے ہر اس باشندے کے لیے عام قرار دی گئی جسے ملک کی معاشی جدوجہد سے دلچسپی ہو۔

نتیجتاً اس کمیٹی میں عثمانین کے ساتھ نظام کالج جامعہ عثمانیہ علی گڑھ، آندھرا اور دیگر جامعات کی برادری کے اہل علم حضرات کے دوش بدوش ملک کے کاروباری اداروں کے نمائندوں کا وہ اشتراک عمل حاصل ہوا ہے جس سے ملک کی معاشی جدوجہد میں سرعت کے ساتھ ترقی کی بے شمار راہیں کھل گئی ہیں۔

ملک کے امرائے عظام و جاگیرداروں کے علاوہ دیگر اہل ثروت طبقات کو بھی اس کمیٹی کی کشش نے اپنی طرف کھینچا اور اس میں غیر سرکاری افراد کے ساتھ ملازمین سرکار کو بھی آزادی کے ساتھ کام کرنے کا موقع حاصل ہے۔

اس کمیٹی نے اپنا سب سے پہلا عملی اقدام نمائش مصنوعات ملکی کے انعقاد سے کیا جس کی غرض و غایت یہ قرار پائی کہ

"ملک کی معاشی ترقی کے لیے ممالک محروسہ سرکار عالی کے مصنوعات اور قدرتی ذخائر و پیداوار کے نمونے اور ان کی کیفیت اور حالات اہل ملک کے سامنے پیش کرنا قدرتی ذخائر اور وسائل اور ترکیبوں سے استفادہ کرنے اور مصنوعات تیار کرنے کے مختلف طریقوں اور ترکیبوں کا عملی مظاہرہ کرنا اور اس طرح ملک میں صنعتی کاروبار کی ترقی کے امکانات کو ظاہر کرنا اور اہل ملک میں ان کاروبار سے دلچسپی پیدا کرنا۔ ان میں حصہ لینے کی ترغیب دلانا اور ملکی مصنوعات خریدنے اور استعمال کرنے کا شوق پیدا کرنا نیز صناعوں اور تاجروں کی ہمت افزائی کرنا اور ان کو ترغیب دلانا کہ جدید صنعتیں آغاز کریں اور طریقہ ہائے تیاری مصنوعات میں ترقی کے کوشاں رہیں"۔

سال گزشتہ پانچویں معاشی کانفرنس کے افتتاح کے موقع پر عالی جناب آنریبل غلام محمد صاحب صدر المہام فینانس نے معاشی کمیٹی اور معاشی کانفرنس کے مساعی کا ذکر کرتے ہوئے اسکا اعتراف فرمایا کہ وہ اس کو نہایت اہم ادارہ متصور کرتے ہیں جیسے مملکت دکن کی از سر نو تعمیر میں ایک اہم حصہ ادا کرنا ہے۔ موصوف کی رائے میں ماہرین معاشیات بالعموم اور خصوصاً ہندوستانی معاشین حقیقتوں سے ہٹتے رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا بے تعلق مطالعہ ان کی رہنمائی اور ان کی آراء جو حقیقی نظم و نسق کے تعلق سے بے نیاز ہو کر ظاہر کی گئیں۔ اس قابل نہ تھیں کہ ان سے معاشی پالیسی کے قیام میں وہ مدد لی جاتی جن کی وہ مستحق تھیں لیکن وہ اس امر کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ جامعہ عثمانیہ کے نوجوانوں میں اتنی ہمت اور عوام کی خدمت کا اتنا جذبہ ہے کہ وہ علمی تحقیقات کو عملی تجربوں کی روشنی میں پرکھنا چاہتے ہیں اور معاشی کمیٹی کے ذریعہ ماہران معاشیات .... اور ماہران نظم و نسق کے درمیان اتحاد عمل کے مواقع پیدا کر رہے ہیں۔

چنانچہ اراکین معاشی کمیٹی صرف نمائشوں کا انعقاد کر کے مطمئن نہیں بلکہ انہوں نے نمائشوں کے لیے ایک رجسٹر شدہ مجلس قائم کر کے نمائش کی پوری ذمہ داری اس مجلس کے سپرد کر دی اور خود ملک کے مزید معاشی مسائل اور وسائل کی تحقیقات کی جانب متوجہ ہو گئے اور اس عرصہ میں انھوں نے جو نظری اور عملی تحقیقات کر کے ملک کی معاشی ترقی کے لیے اسکیمیں اور تجاویز مرتب کیں وہ اب اہل ملک اور حکومت کی فوری توجہ کے مستحق ہیں۔ اس موقع پر میں تفصیلات میں گئے بغیر صرف ان تجاویز کی طرف اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو چند سال کے دوران میں معاشی کمیٹی کی جانب سے حکومت کے سامنے پیش کی گئیں۔

۱۔ حیدرآباد کے لیے معاشی سروے اور ایک معاشی لائحہ عمل کی ضرورت۔

۲۔ تجارتی و صنعتی ڈائرکٹری کی اشاعت۔

۳۔ حیدرآباد کے لیے موٹر سازی، بیسکل سازی، ٹوپی سازی، تیل سازی و دیگر کارخانوں کے قیام کی تجاویز۔

۴۔ مصنوعات ملکی کی نکاسی کے لیے ایک مرکزی ادارہ مصنوعات کا قیام۔

۵۔ زراعتی کالج کے قیام کی تجاویز۔

۶۔ تنظیم دیہات۔ زرعی انجمن اور معاشی سروے کی اسکیم۔

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہمارے بعض ہندو قائدین زبان کا مسئلہ بار بار اٹھاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی قیادت قائم رہے۔

تو گویا قیادت صرف زبان کے ذریعہ اور زبان پر قائم ہے —— دلوں پر کچھ اثر نہیں۔ قیادت نہ ہوئی کچی مٹی کا گھروندا ہوا۔

مرکزی مشاورتی مجلس نے حکومت ہند کے مشیر تعلیم کی پیش کردہ یادداشت کا خیر مقدم کرتے ہوئے یہ سفارش کی ہے کہ ۶ سے ۱۴ سال کی عمر کے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کو آٹھ سال کے لئے جبری تعلیم دینے کے اصول کو ممکنہ عجلت کے ساتھ اختیار کیا جائے۔ گو یہ اہل ہند کا دیرینہ مطالبہ ہے جو آج تک پورا نہ ہوا۔ اور ہم یہ باور کرتے ہیں کہ آئندہ ایک وسیع پروگرام ہندوستان کی ایک قومی حکومت ہی اختیار اور اس کو پورا کر سکتی ہے۔ (رعیت)

مگر جس وقت کانگریس کی "قومی حکومت" برسر اقتدار تھی "اہل ہند کے اس دیرینہ مطالبہ" کا کیا حشر ہوا تھا؟ معاصر موصوف کو یاد ہوگا کہ گاندھی جی نے جبری تعلیم کے مسئلہ سے نپٹنے کی ذمہ داری حکومت (یعنے قومی حکومت) سے ہٹا کر لوکل بورڈس کے سر تھوپی تھی۔ بہر حال قومی حکومت کا نعرہ ہمیں بہت پسند ہے۔

یہ تو تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ اردو مملکت حیدرآباد کے رعایا کی اکثریت کی مادری زبان نہیں ہے۔ (رعیت)

اور یہ بھی تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ اردو حیدرآباد کی اکثریت کی مشترکہ زبان ہے۔

ایک مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ:-

"گزشتہ ہفتہ سر رادھا کرشنن کی صدارت میں تلنگو اکاڈمی کا جو جلسہ ٹاؤن ہال میں منعقد ہوا تھا اس میں ہر مکتب خیال کے لوگ شریک تھے مگر یہ کیا بات ہے کہ آندھرا کانفرنس کے مقامی سرآوردہ لیڈر اس جلسہ میں کہیں نظر نہ آئے"

ان لیڈروں کی عدم شرکت کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ تلنگو اکاڈمی میں ادبی ترقی کے کافی امکانات ہیں مگر سیاسی بے ادبی کی گنجائش نہیں۔

تلنگو اکاڈمی کے حالیہ اجلاس کی کامیابی پر ہم مقامی آندھرا لیڈروں سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

ممالک محروسہ میں مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کی تعداد کم ہے۔ (ایک خبر)

ضرورت ہے کہ ازدواجی مسئلہ میں بھی راشن بندی کا طریقہ رائج کیا جائے تاکہ ایک شخص کے قبضہ میں چار چار بیویاں نہ آسکیں۔

نشری ورزش۔ (ایک سرخی)

ہمیں نشری کشتی کا انتظار ہے۔

سوویٹ یونین میں عیدالضحیٰ۔ (ایک سرخی)

انجمن ترقی پسند مصنفین کو اس موضوع پر ایک مزاحیہ مضمون شائع کرنا چاہیے۔

ہندی پرچار سبھا حیدرآباد کے سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر امرناتھ جھا نے کہا:-

"جس طرح کی اردو حیدرآباد میں ہے ویسی وہ تو دنیا کے کسی بھی مقام کی زبان نہیں۔"

ہماری اطلاع یہ ہے کہ یہ جملہ ڈاکٹر امرناتھ جھا نے نہیں کہا بلکہ بعض مقامی تنگ نظر اور متعصب لیڈروں نے ان سے ایسا کہلوایا۔ شاید ڈاکٹر صاحب کو خبر نہیں کہ حیدرآباد میں وہی اردو رائج ہے جس اردو میں "مشیر دکن" اور "رعیت" شائع ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر امرناتھ جھا نے اسی تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ:-

"ہندوستان کے بیشتر صوبہ جات کی بولیاں سنسکرت سے نکلی ہیں اور ہندی بھی سنسکرت کی بیٹی ہے۔ دوسری صوبہ جاتی زبانوں میں سنسکرت کے الفاظ مشترک ہیں۔ ہندی کے سنسکرت نما ہونے سے دیگر صوبہ جاتی زبانوں کا تعلق بہت گہرا ہوجاتا ہے۔"

اور اس کا نتیجہ "اکھنڈ ہندوستان" اور "پاکستان" کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔

ملک کے بعض ادارے منتظر تھے کہ کاشتکاروں کی راست ٹیکہ داری کے مسئلہ کو اپنی عادتی شورش کا موضوع بنائیں مگر حکومت ایسی بے رحم واقع ہوئی ہے کہ انہیں ان کے محبوب مشغلہ سے ہمیشہ روکتی رہتی ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ سے متعلق معلومات عامہ کے حالیہ پریس نوٹ نے معترضین کو دم بخود کر دیا ہے۔ اب انہیں کسی اور موقع کا انتظار کرنا چاہیے۔ فی الحال اردو ہندی کا جھگڑا ان کی توجہ کا مرکز بن سکتا ہے۔

دق کے بعد۔ (ایک فلم کا نام)

معلوم ہوتا ہے کہ فلم سازی کی صنعت میں بھی تنظیم مابعد جنگ کا فکر قائم ہوگیا ہے۔

انجمن ترقی پسند مصنفین کے ایک حالیہ جلسہ میں صدر جلسہ نے کہا کہ:-

"مستقبل کی گہری تاریکی میں ہمارے شاعر اپنے کلام سے ایک نظام پیدا کریں گے۔"

کیا یہ اشارہ اس عالمی نظام نو کی طرف ہے جس کے آج کل بہت چرچے ہو رہے ہیں؟ تو گویا نظام نو ایک شاعرانہ نظام ہوگا جس میں مدبرین کی جگہ شاعروں کو حاصل ہوگی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اب دنیا کا مستقبل درخشاں نہیں۔

نجومیوں کا خیال ہے کہ جون سنہ ۱۹۴۳ء تک جنگ ختم ہوجانی چاہیے۔

اگر اشیاء کی قلت و گرانی سے ہم تنگ نہ آجاتے تو اس پیشین گوئی کو باور کرنے میں ہمیں تامل ہوتا۔

"اورینٹ پریس" کی اطلاع ہے کہ:-

"مسلم خواتین کی مجلس استقبالیہ نے طے کیا تھا کہ مسلم لیگ کی میقات میں شریک ہونے والی عام خواتین کو پردہ کا خیال رکھنا چاہیے اور اس لئے مردوں کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہیے لیکن مندوبین کی خواہش کے مدنظر اب اس تصفیہ میں اتنی ترمیم کی گئی ہے کہ جو خواتین چاہیں باہر بیٹھ سکتی ہیں لیکن انہیں سبز [illegible] سفید ساڑی کا سادہ لباس پہننا چاہیے تاکہ نوجوان نسلوں کے لئے ایک اچھی مثال قائم ہو۔"

اچھی مثال کس چیز کی؟ سادہ لباس کی یا مردوں کے ساتھ بے پردہ بیٹھنے کی؟ "زبان خلق" چپ کیوں ہے۔

زبان کا مسئلہ قیادت کی برقراری کا ایک ذریعہ ہے

از
مسٹر شیام سندر بی اے (عثمانیہ) نائب صدر انجمن پست اقوام

وہ لیڈر جو عوام کی خدمت اور مخلصانہ خدمت سے گریز کرتے ہیں ان کا یہ وطیرہ ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی ایسا شگوفہ کھلائیں جس کی وجہ سے ان کا بھولا ہوا نام اخبارات کے کالموں میں جگہ پا سکے۔ یہی حال حیدرآباد کے بعض لیڈروں کا ہے۔

حیدرآباد کی وہ آبادی جو پست اقوام کے نام سے یاد کی جاتی ہے صدیوں سے ہر قسم کی معاشی اور سماجی تکالیف کا شکار رہی ہے۔ لیکن ہمارے لیڈر بجز زبانی جمع خرچ کے ان کے دکھ درد کی کوئی دوا پیدا نہ کر سکے۔ ملک کے کاشتکار ساہوکاروں کے پنجے میں عرصے سے پھنسے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمارے لیڈر ہر ایسی تجویز کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں جو کاشتکاروں کی بھلائی کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ قانون انتقال اراضی، قانون انتقال سود اگران غرض کہ ہر قانون جو ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کے استحصال ناجائز کو گھٹاتا ہو ان لیڈروں کے نزدیک ملک کے لئے مضر اور رجعت پسندانہ قرار پاتا ہے۔ اپنی قیادت کے تحفظ کے لئے ان حضرات نے چند نعرے مقرر کر لئے ہیں جنہیں وہ بار بار دہراتے رہتے ہیں خواہ پبلک ان پر توجہ کرے یا نہ کرے۔ ان نعروں میں سے ایک نعرہ یہ ہے کہ حیدرآباد میں ہندو تہذیب خطرہ میں ہے۔ حالانکہ حیدرآباد نے ہندو تہذیب اور ہندو مذہب کی جو خدمت کی ہے وہ اکثر ہندو ریاستوں کے کارناموں سے زیادہ ٹھوس اور اہم ہے۔ مثال کے طور پر ہندو تہذیب کی قدیم یادگاروں کو لیجئے جن کی نگہداشت اور تحفظ حکومت سرکار عالی بہ صرف کثیر کر رہی ہے اس کے علاوہ بنارس یونیورسٹی، آندھرا یونیورسٹی، شانتی نکیتن، پونا کے بھنڈارکر انسٹی ٹیوٹ غرض کہ ایسے کئی ادارے ہیں جن کو وقتاً فوقتاً فیاضانہ عطیے دئے گئے۔ ان حقائق کو پس پشت ڈال کر ہمارے ترقی پسند لیڈر بار بار یہی دہراتے رہتے ہیں کہ حیدرآباد میں ہندو جاتی کا قلع قمع ہو رہا ہے۔

اگر ان لیڈروں سے اس کی وجہ دریافت کی جائے تو اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ مقامی زبانوں کو ذریعہ تعلیم نہیں بنایا گیا حالانکہ وہ خود اپنے مکانوں میں، دیپی سبھاؤں اور اپنی کانفرنسوں میں اردو زبان کا اس طرح استعمال کرتے ہیں جیسے کوئی اپنی مادری زبان استعمال کرتا ہے۔ مقامی زبانوں کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں مگر سماجی، معاشی اور قومی ضروریات بھی تو آخر کوئی چیز ہیں۔ ان ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ حیدرآباد میں ایک مشترکہ زبان جو مدتوں سے رائج ہے نشوونما پائے۔ حکومت حیدرآباد کی تعلیمی پالیسی کا بنیادی اصول یہ ہے کہ مادری زبان سے ہر طالب علم کو اتنی واقفیت ہو جائے کہ وہ ان زبانوں میں اپنے مذہبی اور تمدنی خزائن سے استفادہ کر سکے اس کے لئے یہ طریقہ رکھا گیا ہے کہ ابتدائی تعلیم خاص مادری زبان میں ہو اور اس کے بعد کے درجوں میں بہ حیثیت ثانوی زبان اس کی تعلیم جاری رہے۔ جن طالب علموں کو تلنگی، مرہٹی، کنڑی ادب سے شغف ہے اس کے لئے جامعاتی منزل میں بھی ان زبانوں کی تعلیم کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ ان زبانوں کے ادبی اداروں کی حکومت مالی امداد بھی کرتی ہے اور سنسکرت، تلنگی، مرہٹی، اور کنڑی مخطوطات اور کتب کا جو ذخیرہ حیدرآباد کے کتب خانوں میں ہے وہ شاید ہی کہیں اور ہو۔ ابتدائی منازل سے آگے دیگر منازل میں ملک کی مشترکہ زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دیا گیا ہے جو ملک کے ہر گوشہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے یہ ایک نہایت صحیح اصول ہے۔ اگر ہم ہندوستانی ہیں تو ہندوستانی زبان میں مہارت پیدا کرنا ہمارا قومی فریضہ ہے ہمیں حکومت سرکار عالی کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ اس نے اس فریضہ کی تکمیل کے مواقع بہ صرف زر کثیر ہمیں بہم پہنچائے ہیں۔ اگر ہم حیدرآباد میں ایک مشترکہ تمدن کا نشوونما چاہتے ہیں اگر ہم حیدرآباد کے مختلف طبقوں اور فرقوں میں ہم آہنگی اور ربط قائم رکھنا چاہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر ہم حیدرآباد کی سیاسی وحدت کو قائم رکھنا چاہتے تو ہمارا یہ اولین فرض ہے کہ ہماری مشترکہ زبان کی ترویج میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

یہ ایک تکلیف دہ واقعہ ہے کہ برطانوی ہند کے باشندے جو ہمارے حالات سے کماحقہ واقف نہیں ایسی بے سروپا باتیں کہہ جاتے ہیں جو ہماری ہم آہنگی پر برے طرح اثر انداز ہوتی ہیں۔ چنانچہ ابھی حال میں ڈاکٹر امرناتھ جھا نے جو حکومت سرکار عالی کے مہمان کی حیثیت سے یہاں تشریف لائے ہندی پرچار سبھا حیدرآباد کے ایک سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

"میں آپ پر اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حیدرآباد میں اردو کو چھوڑ کر دوسری زبانوں کے نشوونما کے لئے بھی اسی طرح رکاوٹیں ہیں جس طرح ہندی پرچار کے لئے ...... جس طرح کی اردو حیدرآباد میں میں نے دیکھی ہے وہ تو دنیا بھر کے کسی بھی مقام کی زبان نہیں ہے۔"

اس سے زیادہ غلط بیانی کیا ہو سکتی ہے ہندی پرچار جو اگرچہ یہاں کی مقامی زبان ہے اور نہ مشترکہ زبان حکومت کی جانب سے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی گئی۔ اس کا ثبوت ان امتحانات سے ملتا ہے جو ہندی پرچار سبھا کی جانب سے لئے جاتے ہیں اور ہر سال اسناد دئے جاتے ہیں۔ حیدرآباد کی اردو کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے ایک مضحکہ خیز بات کہی ہے حیدرآباد میں وہی اردو رائج ہے جو ہندوستان میں ہے اس غلط بیانی کی وجہ یا تو ڈاکٹر صاحب کی لاعلمی ہے یا ان کی مشہور تنگ نظری۔

برطانوی ہند کے رہنے والوں کو شاید اس کا علم نہیں کہ حیدرآباد کی (۶۰) فی صد آبادی اردو بولتی اور سمجھتی ہے۔ ہندو طلبہ نے اس زبان میں وہ مہارت حاصل کی ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے امتحانات میں انہیں امتیازات حاصل ہوتے رہتے ہیں۔ خود جامعہ عثمانیہ میں ہندو طلبہ کی تعداد (۶۰) فی صد سے زیادہ ہے۔ ان حقائق سے چشم پوشی کرنا زمانہ کے حالات اور واقعات کی رفتار کے آگے ایک پل باندھنے کی ناکام کوشش ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی سمجھدار ہندو گھرانا اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اس کی اولاد ہندوستان اور حیدرآباد کی مشترکہ زبان سے ناواقف رہے ہمارے لیڈروں کی غلامانہ ذہنیت کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ وہ اردو پر انگریزی کو ترجیح دینے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ پیرامونٹسی کی سرپرستی انہیں باسانی حاصل ہو جائے۔ لیکن پیرامونٹسی کے نمائندے بھی بڑے ہوشیار ہوتے ہیں اور ان ہتھکنڈوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

لیڈروں کی اس شر انگیزی کا نتیجہ ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ ملک کی مختلف جماعتوں میں تصادم اور یہی ان کا منشا معلوم ہوتا ہے تاکہ ان کی قیادت قائم اور برقرار رہے۔ میں ملک کے سمجھدار افراد اور بالخصوص حکومت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان کے مطالبات کو جو بالکل مصنوعی ہیں کوئی اہمیت نہ دیں۔

اتحاد عرب

از

ڈاکٹر محمد اشرف

اٹلی کی ہار اور جرمن فوجوں کی متواتر پسپائی سے جو نیا ماحول پیدا ہو رہا ہے اس میں دنیا کی دوسری مظلوم قوموں کے ساتھ عربی دنیا بھی اپنے خوابوں کی تعبیر دیکھ رہی ہے۔ عرب اتحاد کا خیال نیا نہیں صدیوں پرانا ہے مگر حالات، دوسری قوموں نے اسے ابھرنے کا موقع نہیں دیا۔ عربی دنیا سولہویں صدی سے ترکی شہنشاہی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ان کی قومی اور ملی جد و جہد مرتب ہونے نہ پائی تھی کہ مغربی سامراج نے دنیائے اسلام اور عربی قوموں کو آ دبایا۔ پچھلے سو برس میں عرب اپنے خوابوں کو بھولے نہیں البتہ ان کی شکلیں بدلتی رہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم میں انہوں نے سلطان ترکی کا ساتھ چھوڑ کر اپنی قومی آزادی کی خاطر اتحادیوں کا ساتھ دیا۔ ترکی سلطنت کے خاتمے سے ایک معنی میں ان کی پرانی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ مصر، حجاز، شام، فلسطین، عراق حتیٰ کہ ٹرانس اردن اور لبنان کی عربی قومیں ترکی شہنشاہیت کے پنجے سے تو چھوٹ گئیں مگر فرانسیسی اور برطانوی سامراج نے حکم برداری کے پردہ میں نئی زنجیریں پہنا دیں اور عربوں کے سامنے پھر ایک نئی قومی جد و جہد اور بین الملی اتحاد کا باب کھلا۔ البتہ پچھلے زمانہ کے مقابلہ میں اب کی بار حالات زیادہ سازگار رہے۔ اول تو فرانس یا انگلینڈ کے سامراج جیسے ان کا کوئی دور کا انضمامی تعلق بھی نہ تھا پھر یورپ کی جد و جہد نے مسابقت پیدا کی تھی۔ سلطان ابن سعود، سعد زغلول پاشا اور ارکان وفد، شامی قوم پرست، عرب اقوام کے علمبردار اور صف اول کے لوگوں میں تھے۔ سب سے بالاتر یہ روسی انقلاب نے دنیائے اسلام و مشرقی بلکہ کچلے ہوئے محکوم اور کمزور قوموں کے آگے بڑھنے کے لئے نئی وسعتیں اور راہیں سامراج دشمن اتحاد کے نئے امکان نمودار ہوئے۔ مہیا کئے نیز اسلامی ممالک کی جنگ آزادی میں ان کی مالی، فوجی اور سیاسی طور سے مدد و اعانت کی جس کی بدولت شاہ امان اللہ، رضا شاہ اور غازی مصطفےٰ کمال اپنے ملکوں کو ایک کامیاب انقلاب کے بعد سامراجی تسلط سے آزاد کرا سکے۔

سامراجی ریشہ دوانیاں

اسی دوران میں دنیا نے بہت سی کروٹیں لیں۔ انگریزی سامراج نے سلطان ابن سعود اور امیر عبداللہ اور فیصل پر بہت ڈورے ڈالے عربی قومی تحریک کو روکنے کیلئے کہیں کرد، کہیں دروزی اور کہیں یہودی اقلیت کے سوال کھڑے کئے۔ جن میں تفرق اور پھوٹ کے بیج بوئے اور اپنے پورے وسائل سے کام لیکر عرب تحریک اور تمام نیم آزاد عرب ممالک میں انتشار کا ایک باب شروع کیا جس کی تاریخ موجودہ جنگ کے ابتدائی دور تک چلی آتی ہے۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ جب دنیائے عرب کے سامراجی دشمن اس جنگ میں پھنسے تو عربی قوموں نے ان کے مقاصد جنگ کو شبہ کی نگاہ سے دیکھا۔ عربی حکومتیں بالعموم جنگ میں غیر جانبدار رہیں اور شہر کا یہ عالم تھا کہ جرمن فوجوں کے مصر کے اندر آ جانے کے باوجود مصری حکومت کو غیر جانبداری پر اصرار رہا اور یہ روس کے شریک ہونے کے بعد ممکن نہ تھا کہ انگلستان اور امریکہ کے عوام اس ہولناک منظر سے غفلت برتتے چنانچہ جن حالات کے ماتحت انگلستان کو ہندوستان سے سر اسٹیفورڈ کرپس کی معرفت گفت و شنید کرنی پڑی انہیں حالات نے برطانوی وزیر خارجہ کو بھی مشرق وسطیٰ میں اپنی دیرینہ پالیسی کے متعلق کچھ اعلان پر مجبور کیا مسٹر ایڈن نے یہی نہیں کہ عربی قوموں کے اتحاد کی ضرورت کو تسلیم کیا بلکہ مزید اس کی حمایت کا بھی وعدہ فرمایا۔ موصوف نے کہا کہ:

"مجھے تو یہ بات یکسر معقول نظر آتی ہے کہ عربی ممالک کے باہمی کلچرل اور اقتصادی تعلقات بلکہ سیاسی علائق بھی پہلے سے زیادہ مضبوط ہوں۔ ملک معظم کی حکومت اپنے بارے میں یقین دلاتی ہے کہ ہم ہر اس تجویز کی پوری پوری حمایت کریں گے جو عربوں کو بالعموم متفقہ طور پر منظور ہوں۔"

یہ مسٹر ایڈن یا برطانوی حکومت کا احسان نہیں ہے کہ وہ عرب اتحاد کو بنظر تحسین دیکھ رہے ہیں۔ یہ نئے حالات اور موجودہ بین الاقوامی ماحول کا قدرتی تقاضہ ہے۔ ان حالات کو ذرا غور سے دیکھئے۔

فاشسٹ خطرہ

فاشزم دنیا کے لئے ایک مشترک خطرہ ہے جس کے لئے دنیا کے جمہور حلیف اور ساتھی تلاش کر رہے ہیں۔ سامراجی حکومتیں جس طرح روس کی حمایت کے لئے مجبور ہیں بعینہ وہ محکوم اقوام اور کمزور قوموں کے سامنے بھی ہے۔ اس میں صرف شرط ایک ہے کہ یہ قومیں بھی اسی دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوں اور فاشسٹ دشمن عوام کے پہلو بہ پہلو اپنے وطن کی حفاظت کریں۔

ان حالات میں عربی دنیا کی جغرافیائی حیثیت پر نظر ڈالئے جو اطلانتک سے سرحد ایران تک عرب قومیں پھیلی ہوئی ہیں ان کی مجموعی آبادی ۵ کروڑ اور ۵۰ لاکھ سے زیادہ اور موجودہ جنگ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔ فرانس کی شکست کے بعد جرمن اور اطالوی فوجوں کو صرف شمالی افریقہ کے راستے سے ہٹایا جا سکتا تھا۔ جرمن فوجوں کے قفقاز کی جانب بڑھنے سے جو خطرہ ہندوستان اور اتحادیوں کو پیدا ہو گیا تھا اس کا جواب صرف یہی تھا کہ مصر سے لے کر عراق تک کی قوت یعنی عربوں کی حمایت حاصل کی جائے۔ یہ سچ ہے کہ موجودہ جنگ نے ایک نئی کروٹ لی ہے اور فاشزم شکست کھا چکا ہے جس کے معنی صرف یہ ہو سکتے ہیں کہ آج عرب قومیں فاشسٹ خطرے سے نجات پا کر اپنے مستقبل کی فکر کریں۔ موجودہ حالات میں روسی فوجوں کا مشرق میں وجود اور تہران کانفرنس کے کمیشن میں سوویٹ روس کے نمائندوں کی شرکت اس امر کی ضمانت ہے کہ عرب قومیں اپنی حفاظت، اتحاد، آزادی اور ترقی کے راستے تلاش کر سکتی ہیں۔ ان حالات کے ساتھ کمیونسٹ پارٹیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو بھی ذہن میں رکھئے جو تمام اقوام عالم کی غیر مشروط اور مکمل آزادی کا مطالبہ کر رہی ہیں جس طرح مسٹر ایڈن انگلستان کے مزدوروں کی طاقت اور تنظیم سے ڈرنے پر مجبور ہیں۔ اگر حریت پسند فرانسیسی کمیٹی میں کمیونسٹ پارٹی کی شرکت اور فرانس کی وطن پرست جنگ آزادی میں کمیونسٹوں کی رہبری اس امر کی ضمانت ہے کہ خود فرانسیسی مقبوضات میں عربوں کی آزادی اور اتحاد کا سوال مساعد حالات میں حل کیا جائے گا۔ حریت پسند فرانسیسی کمیٹی کے پروگرام نے ہلکا سا اشارہ خود فرانسیسی مقبوضات کی آزادی کی طرف کیا ہے اور شام اور لبنان میں عرب قومی حکومتیں قائم ہو گئی ہیں۔ فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی علانیہ طور پر عرب قوموں اور مسلمانوں کو سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے برابر دیکھنا چاہتی ہے۔ خود کمیونسٹ پارٹی کے اندرونی نظام میں عربوں اور فرانسیسیوں کا منصب اور درجہ برابر ہے۔

(بمبئی کرانیکل۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

غرض ان حالات میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اتحاد عرب ممکن اور قابل عمل ہی نہیں بلکہ آزادی پسند عرب عوام اور ان کی جمہوری جماعتیں اس کی حمایت کریں گی لیکن گزشتہ نصف صدی کے مقابلہ میں عربی اتحاد کے لئے آج بیرونی رکاوٹیں کم ہو گئی ہیں اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بعض سامراجی عناصر یا عربی دنیا میں رجعت پسند جاگیری حلیف رکاوٹیں نہیں ڈالیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ امریکن اور برطانوی سرمایہ دار عربی دنیا کے تیل کے ذخیروں اور ریل و رسائل کے لئے بندرگاہوں اور ... کو اپنے قابو میں رکھنا چاہیں گے اور اسی غرض سے وہ عربی ممالک کے رجعت پسند عناصر کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کریں گے۔

مصر و شام کی قیادت

ہم نزدیک ... دنیا چاہئے ہیں کہ آج دنیائے اسلام کو مایوس اور بے اطمینان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ موجودہ تحریک وحدت عرب کی قیادت مصری وفد پارٹی اور ... مصطفیٰ نحاس پاشا اور شام کی قومی آزادی کی تحریک کی لیڈر کر رہے ہیں مصر اور شام عرب کے ایسے دو ممالک ہیں جہاں قومی آزادی کی تحریک گزشتہ پچیس سال کی مسلسل ... جد و جہد

کے بعد استحکام و مضبوطی حاصل کر چکی ہے۔ مصر کی موجودہ قومی حکومت کی بنیاد مصری عوام کی وہ زبردست قومی تنظیم اور اس کا احساس حریت ہے جسے برطانوی شہنشاہیت اور مصر کے رجعت پسند عناصر لاکھوں جتن کرنے کے بعد بھی دبا نہ سکے۔ آخر کار انہیں اس کے سامنے سر جھکانا ہی پڑا۔ شام کی موجودہ جمہوری حکومت کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ اس کے رہنما وہ لوگ ہیں جن کی ساری عمر فرانسیسی سامراج سے لڑتے بیتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ان دونوں ملک میں سامراجی اثرات موجود ہیں۔ لیکن ہمیں اس حقیقت کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ سامراجی اثرات کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ جس حد تک مصر اور شام میں قومی تحریکیں مقامی جاگیرداری اور سرمایہ دارانہ اثر سے نجات حاصل کر کے عرب محنت کش عوام کا اثر و اقتدار قبول کرتی جائیں گی۔ اتنا ہی بیرونی سامراجی اثر کمزور ہو جائے گا اور یہ مصر و شام کامل آزادی و اقتدار حاصل کر کے تمام دوسری عرب اقوام کی رہنمائی کر سکیں گے۔ اتحاد عرب کی تحریک کا مرکز قاہرہ میں ہونا کوئی اتفاقی امر نہیں۔ قاہرہ عرب کی سب سے ترقی یافتہ اور مضبوط تحریک آزادی کا بھی مرکز ہے۔ یہ بھی اتفاق نہیں کہ شامی قومی عناصر آگے بڑھ کر اس تحریک میں حصے رہے ہیں۔ شام اور مصر دونوں عرب کے ترقی یافتہ اور مضبوط تحریک آزادی کا بھی اتفاق نہیں کہ شامی قومی عناصر آگے بڑھ کر اس تحریک میں حصے رہے ہیں۔ شام اور مصر دونوں عرب کے ترقی یافتہ ملک ہیں۔ جدید عربی علم و ادب و تہذیب و تمدن کے یہی مرکز ہیں۔ آج کا سیاسی اور تاریخی ماحول عرب اقوام کی آزادی اور اتحاد عرب کے لئے سازگار ہے۔

عرب اتحاد کی صورت کیا ہوگی؟ کیا جا[illegible] حکومتیں محض وقتاً فوقتاً مشوروں پر اکتفا کریں گی یا محدود کاموں کے لئے کوئی نظام بنائیں گی یا ایک مرتب وفاق کی نوبت آئے گی۔ ہمارے نزدیک ان سوالوں کا فیصلہ بھی مختلف عرب اقوام کی جمہوری تنظیم کرے گی۔ اس وقت صرف ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصر و شام کی مضبوط قومی تحریکات، عراق، فلسطین، مراقش و الجزائر میں قومی آزادی کی اٹھتی ہوئی لہر، فاشزم کی شکست اور بین الاقوامی طور پر عوامی تحریکات کا عروج ایک طرف سامراجی نظام کے زوال اور کمزوری اور دوسری طرف محکوم اقوام اس کی آزادی کے زبردست امکانات پیدا کرتی ہے۔ جس حد تک عرب اقوام صحیح معنوں میں آزاد ہوں گی اسی حد تک ان کا اتحاد مضبوط و مستحکم ہوگا۔

محبان وطن کے شبہات

ہمیں امید تھی کہ ہندوستان کے مسلمان جو اتحاد عرب کا صحیح طور پر جائزہ لیں گے۔ مگر موجودہ سیاسی تعطل اور ملک کی عام مایوس کن فضا نے یاس پرستی سے نہیں ملوث کر دیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہماری سیاسی جماعتیں باوجود خطرہ اور ترقی کے امکانات کے بھی یک حرکت میں نہیں آ رہی ہیں عرب دنیا کا حال بھی ہمارا سا ہو گیا ہے۔ "منشور" کے نزدیک "منافق عرب کی تحریک" محض ایک فریب ہے" (منشور ۲۰ ستمبر ۱۹۴۴ء) "مدینہ" نے اپنے نزدیک وسعت نظر سے کام لیا ہے مگر "مدینہ" کی وسعتیں بھی دنیا کی جمہوری تحریک پر جس میں عرب ممالک کی آزادی پسند تحریکیں بھی شامل ہیں اعتماد نہیں رکھتیں۔ (مدینہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۴ء) یاس پرستی کا عالم یہ ہے کہ بعض جرائد کو "منافق عرب" "غلام ممالک کا ایک ادارہ" دکھائی دیتا ہے (انقلاب بمبئی ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء)۔ اور بالآخر کچھ لوگ یہ کہہ کر سمجھا لیتے ہیں کہ عربی قومیت اور وطنیت کا جذبہ سرے سے "اسلامی ملت کے تصور کے ہی خلاف ہے"۔ (منشور ۲۷ اگست ۱۹۴۴ء) ملک میں خوش فہم لوگوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ انہیں اتحاد عرب سے سوال ہے بس اتنی غرض ہے کہ اس کا مرکز حجاز مقدس کو قرار دیا جائے" (خلافت ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۴ء) اس بحث نہیں کہ آج کا ماحول کیا ہے اس میں کون کون سی قوتیں نبرد آزما ہیں۔ ہمیں کن عناصر کی حمایت کرنی چاہئے اور ہم اس تحریک کو کیسے مضبوط بنا سکتے ہیں۔

اتحاد عرب کی تحریک کو اس طرح دیکھنے کے معنے یہ ہیں کہ ہم عرب اقوام کی نشاۃ ثانیہ جسے شروع ہوئے پچاس سال سے زیادہ ہو گئے جس نے مصطفےٰ کمال اور سعد پاشا زاغلول اور تحریک وفد کو مصر میں، عبدالکریم کو مراقش میں، اور شام و عراق میں متحدہ جمہوری عرب جماعتوں کو پیدا کیا، اور جس نے عرب اقوام کو سامراج سے مسلسل جدوجہد کر کے سیاسی شعور اور طاقت عطا کی کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ گویا ہم سمجھتے ہیں کہ گذشتہ جنگ عظیم کی طرح عرب قومیں اپنا حصہ بخرہ ہو جانے دیں گی۔ اور دنیا کا سامراجی بٹوارہ ہو جانے لگا۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم برطانیہ اور امریکہ کے عوام کی زبردست جمہوری تحریکوں کو کوئی وقعت نہیں دیتے اور جمہوریہ سوویت کی اس قوت کو جس نے ہٹلری نقشے کو پلٹ دیا ہے ایک ایسی انقلابی طاقت نہیں سمجھتے جو ہمیشہ اور ہر موقع پر اقوام عالم کی آزادی کی معین و مددگار ہوگی۔ گذشتہ جنگ کے بعد اس وقت تک اس نے ترکی، ایران اور افغانستان کی آزادی کو برقرار رکھنے میں عظیم الشان مدد کی۔ تو کیا اس جنگ میں جبکہ حالات جمہوری انقلابات کے لئے اور زیادہ سازگار ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ تمام بیرونی اور اندرونی قوتیں اپنے ممالک کو آزاد و متحد نہ کرا سکیں گی؟ اگر ہندوستان کے مسلم عوام جو تحریک خلافت میں حصے لے چکے ہیں۔ ان باتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہم آج کانگریس لیگ میں اتحاد کرا کر قومی حکومت بنا لیں تو صرف یہی نہیں کہ جاپان کے مقابلہ میں وطن کی حفاظت اور نفاق اور جھگڑے سے ملک کو نجات دلا سکتے ہیں اور حق خود اختیاری حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ اتحاد عرب اور تمام آزاد مشرقی ممالک کے اتحاد کو اس درجہ مضبوط کر سکتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کی بڑی سے بڑی آرزو میں خواب نہیں قریبی مستقبل میں حقیقت بن جائیں اور تمام دنیا کے مسلم عوام کو ایک آزاد دنیا میں سینکڑوں برسوں کی غلامی سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے۔

حکم مشترکہ ادائی حصہ پیداوار اجناس خوردنی

فصل کی نوعیت کے لحاظ سے اجناس وصول کرنیکے احکام

تیسرا پیدوار .... دورتین حکم مشترکہ ادائی حصہ پیداوار اجناس خوردنی سے متعلق بعض کھیتوں سے متعلق ہوئی حکم کے تحت منجانب حکومت جو منتخب ادا کی جائے گی حکومت سرکار عالی کے پاس صاحبتی درخواستیں وصول ہوئی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ ان خود کھیتوں پر حسب ہیں۔ تمام حکومت سرکار عالی نے ان پر ہمدردانہ غور کیا۔

صورت حال کی مزید وضاحت کے لئے اس امر کا اعادہ ضروری ہے کہ تعلقدار صاحبان کو حسب ذیل ہدایات دی گئی ہیں۔ مثلاً اگر اجیرہ کی فصل میں آٹھ آنے سے کم ہو تو فی ایکڑ مقررہ حصہ پیداوار کا نصف حصہ حسب منشائے حکومت ضبط ہو جائے گا اور اگر فصل چار آنے سے بھی کم ہو تو کاشتکار کو اس حکم کے اثر سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا۔ ایسی رعایتیں اس وقت دی جائیں گی جب کہ معاملہ کی پوری تحقیق ہو چکی ہو۔ ضلعوں کی کیفیتوں کو جانچ لیا گیا ہے کہ وہ ایسے .... ہیں۔ یہ رعایت تحصیلدار صاحبان کے علم میں لائیں اور وقتاً فوقتاً تحصیلدار .... معاملہ کی جانچ کر کے اپنا فیصلہ دیں۔ زیر غور کاشتکاروں سے مقررہ حصہ وصولی کی جائے .... سے پیداوار کے لئے کاشت کی .... حصہ ادا کرنا ہوگا پیدا نہیں ہو سکتی۔

بہت سے کسان .... کی اجناس کو بھی اس حکم کے اثر سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ دکن کے دہقان واسطے .... زمین کی فی ایکڑ کی شرح کو گھٹا کر صرف ایک من فی ایکڑ کر دیا گیا ہے۔

یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ حکومت کا ادائی حصہ پیداوار اجناس .... کی وجہ سے چھوٹے کاشتکاروں پر مضر اثرات مرتب ہوئے جو لوگ دیہی معاشیات سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ چھوٹے کاشتکاروں کی پیداوار .... کے ساتھ .... ہوتی ہے .... کاشت .... کے حق میں بہت سخت ہوتے ہیں پوری کی پوری فاضل لے لیتے ہیں .... حکم کی وجہ سے .... کاشتکاروں کے .... ہیں اس اعتبار سے چھوٹے کاشتکار معقول وجوہ کی بنا پر .... حکم .... کیا جاتا ہے۔

.... کے کاشتکاروں کو حکومت .... جب ان کی پیداوار کی جو قیمتیں ادا کی جا رہی ہیں ....

کی قیمتوں سے بہت کم ہوں گی۔ .... وجہ سے یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ حکومت بازار کی .... بھی .... متبادل نرخ مقرر کر رہی ہے .... سرکاری نرخوں اور بازاری نرخوں میں جو فرق ہو وہ حسب ذیل .... ہوگا

(۱) اجیرے کے لئے .... سرمایہ پیداوار۔

(۲) گودام کو کرایہ (۳) فروخت کے .... اور تاجر کے لئے ایک مناسب شرح منافع۔ پس کاشتکار کو علاوہ پیداوار اس حکم کے تحت حکومت کے ہاتھ فروخت کرے تقریباً وہی قیمت ملے گی۔

جدید حکم کے تحت جو قیمتیں ادا کی جا رہی ہیں۔ .... قیمتوں سے دگنی ہیں اس امر کی کمی .... کرلی گئی ہے کہ سو اجناس کی قیمتوں کے ذریعہ کاشتکار کو .... اور اگر حصہ پیداوار کی قیمت جلد سے جلد مل جائے۔ مزید برآں اس .... کاشتکاروں کی .... مثلاً .... کپڑا .... وغیرہ .... ضروریات .... اس کے علاوہ .... کاشتکاروں کو مہیا کی گئی ہے۔

یہ توقع بیجا نہیں کہ جب ایک بار قیمتوں کو اس طرح لالیا جائے اور قیمتوں میں .... اضافہ کے رجحان کو ایک مدت کے لئے .... روک دیا جائے .... تو .... قیمتیں بھی .... ہو جائیں گی۔

اجناس خوردنی کے مطالبہ وصول سے متعلق تعلقدار صاحبان کو ضروری احکام دیئے گئے ہیں کہ وہ اگر ضرور .... سے اجناس حاصل کریں جن کے ذخائر ان کی ضروریات سے زیادہ ہوں۔ تعلقدار صاحبان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اجناس خوردنی کے حصول میں مقامی ضروریات کو مقدم رکھیں۔

یہ تجویز کہ جب ذخیرہ کنندوں سے جوار حاصل کی جائے تو اس قیمت کی شرحوں پر ادا کی جائے جو بازار میں رائج ہیں اس وجہ سے قبول نہیں کی جا سکتی کہ خود ذخیرہ کنندہ .... ۱۳۵۲ف سے .... نرخوں پر .... بھی .... قیمت ادا کی جائے گی .... واجبی ہے۔

حکومت اس بات کو .... سمجھتی ہے کہ مفاد عامہ .... کاشتکاروں کے جائز مفاد کو پورا لحاظ رکھتے ہوئے .... اور .... فصلوں کے .... عائد نہیں کس طرح کرے۔ بصورت حال کی نزاکت کے پیش نظر .... رائے عامہ ایسے قانون کی ضرورت پر زور دے رہی ہے

(معلومات عامہ)

طہران کانفرنس اور ہندوستان

(بسلسلہ صفحہ ۱)

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ہز اکسلنسی وائسرائے ابھی حال کا مطالبہ اور اس پر غور کر رہے ہیں۔ یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ کوئی اقدام اس وقت کیا جائے گا جب کہ سارے ملک کی جانب اس کے خیر مقدم کی معقول توقع ہو۔

(کرنٹ ٹیبل۔ ٹائمز آف انڈیا)

بلدہ حیدرآباد میں صحت عامہ کی موجودہ کیفیت

(بسلسلہ صفحہ ۳)

یرقان کا سبب عام طور سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ بازاروں میں جو گھی ملتا ہے اس میں چربی اور دوسرے مضر صحت اجزا کی ملاوٹ ہوتی ہے۔

ایک ڈاکٹر نے پیچش کا ایک سبب ان کیڑوں کو قرار دیا جو خراب گوشت استعمال کرنے سے پیدا ہوتے ہیں اور دوسرا اہم سبب یہ بتلایا کہ آج کل پانی صاف نہیں کیا جا رہا ہے۔

آنتوں سے متعلق امراض میں مبتلا لوگوں کی کثرت کا ایک سبب یہ بھی قرار دیا گیا کہ مزدوروں کی بڑی تعداد دیہات چھوڑ کر حیدرآباد میں آباد ہو گئی ہے اور ان کی وجہ سے مریضوں کی شرح فیصد اضافہ ہو گیا ہے۔

ایک ڈاکٹر نے یہ خیال ظاہر کیا کہ مدرسوں اور کالجوں کے ۸۰ فیصد طلبا ہڈیوں کی کمزوری کا شکار ہیں اور اس کی بڑی وجہ وٹامن اے کی کمی ہے۔

ایک ڈاکٹر کے خیال میں کیلشیم کی کمی کا مرض بھی عام ہے جس کی وجہ سے دانت خراب ہو جاتے ہیں۔

ایک ڈاکٹر نے یہ خیال ظاہر کیا کہ کونین اور اٹبرین کی قلت کے باعث ملیریا کے انسداد میں دشواری ہوتی ہے۔ اگر کونین زیادہ مقدار میں فراہم کی جائے اور نالیوں میں کافی پانی بہایا جائے تو ملیریا کی مؤثر طور پر روک تھام ہو سکتی ہے۔

معاشی کمیٹی کی سرگرمیاں

(بسلسلہ صفحہ ۵)

۷۔ غذائی صورت حال سے متعلق ایک یادداشت
۸۔ مجلہ معاشیات کی اشاعت۔
۹۔ معاشی کتب خانہ کا قیام۔
۱۰۔ معاشی تقاریر اور کانفرنسوں کا انعقاد۔

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ان میں سے اکثر تجاویز عملی صورت اختیار کر رہی ہیں۔

جہاں ہم مقالات اور مباحث کے ذریعہ ملک کے معاشی حالات کا جائزہ لے رہے ہیں ہم ان کو عملی طور پر بھی کامیاب بنانے میں کوشاں ہیں اگرچہ یہ تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ معاشی سروے کیلئے سال گذشتہ کی کانفرنس میں عالیجناب صدر المہام صاحب فینانس نے حسب مالی امداد کا وعدہ فرمایا تھا وہ ابھی تک تصفیہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ اہم کام تاحال انجام نہ دیا جاسکا لیکن اگر کم از کم اس سال رقم کا تصفیہ ہو جائے تو انشاء اللہ یہ کام بھی جلد تکمیل کو پہنچ سکیگا۔

ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا باعث فخر ہو سکتی ہے کہ خاص ارشادات شاہانہ سے ہمارے مساعی کی رہنمائی ہو رہی ہے اور اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی کی سرفرازی یاں رہا ہے جذبہ جاں نثاری کو مستحکم تر بنا رہی ہیں یہ بیچ تر ہے کہ جس عالم پریشانی اور دنیا کی کایا پلٹ میں یہ صرف ارشادات شاہانہ ہی تھے۔

جنہوں نے ہمیں صحیح راہ عمل پر گامزن کیا۔ اور جو ہمارے مستقبل کے شاندار بنانے کے لئے صحیح ہدایات کا کام دے رہے ہیں۔ بہ تعمیل فرمان شاہانہ مصنوعات ملکی کی نکاسی کے لئے مجلس نمائش سے مظاہرین کی ضروریات کے معلوم کرنے کے لئے ایک سوالنامہ ترتیب دینے اور ان کے تفصیلی جوابات حاصل کرنے کا کام فوری طور پر شروع کر دیا گیا ہے۔ اور معاشی کمیٹی اپنے آئندہ اجلاسوں اور تجاویز میں اس کام کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشاں رہیگی۔

اس وقت غور و تصفیہ کے لئے سب سے اہم جو مسئلہ ہے وہ اس کی معاشی خود اکتفائی کا مسئلہ ہے جس کا ہمارے نزدیک یہ مطلب ہے کہ ہم اپنے ملک کے قدرتی وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کے قابل ہو جائیں اور ہم کسی بیرونی اسکیم یا تجویز میں اس وقت تک حصہ نہ لیں جب تک کہ خود ہم معاشی وسائل اور معاشی مفادات کا پوری طرح جائزہ نہ لے لیں۔ اس تنظیم مابعد جنگ میں ہمارا معاشی موقف اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ ہمارے ملک کا ایک معاشی سروے فوری طور پر نہ کیا جائے۔ اس کام کے لئے معاشی کمیٹی نے حکومت کے ساتھ تعاون عمل کی خواہش کی ہے اس کے متعلق ہماری یہ توقع بے جا نہ ہوگی کہ حکومت اس کو فوری طور پر اراکین کو نمائندگی عطا کرے گی۔

یہ امر بھی باعث مسرت ہے کہ حیدرآباد میں فراہمی اغذیہ سے متعلق معاشی کمیٹی کی مجلس عاملہ نے سال گذشتہ جو یادداشت پیش کی ہے اس کی اکثر تجاویز کامیاب رہیں۔ اور ان پر عمل ہو رہا ہے۔ اب جو نئے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کی بابت معاشی کانفرنس اور معاشی کمیٹی اپنی غور کردہ تجاویز مرتب کر کے آئندہ پیش کرے گی۔ ابھی دریا حیدرآباد میں جنگ کی ترقی سے متعلق زرعی امور میں حکومت کی امداد اور حیدرآباد کی معاشی تعمیر میں امداد باہمی کی کمی سے متعلق کانفرنس کے مباحث کی روشنی میں معاشی کمیٹی جو تجاویز مرتب کرے گی وہ بہت جلد اہل ملک اور حکومت کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔

ہز ہائینس شہزادی برار کے ارشادات

حیدرآباد ۲۰ فروری۔ ہز ہائینس شہزادی برار نے لیڈی حیدری یادگار مرکز بہبودی اطفال کے افتتاح کے موقع پر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

ہز ہائینس نے ارشاد فرمایا کہ آپ یہاں اپنی عالی حضرت سے تشریف نہیں لائی ہیں بلکہ لیڈی حیدری مرحومہ کی دوست کی حیثیت سے تشریف فرما ہوئی ہیں جن کی محبوب ترین یاد کو خراج تحسین ادا کرنے کے لئے یہاں آج سب جمع ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ہز ہائینس نے لیڈی حیدری مرحومہ کے لئے اپنے جذبات محبت و احترام کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہز ہائینس بذات خود ان کی بے نفس رسان اور دلآویز شخصیت کی بہت ممنون ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ سب اس امر سے واقف ہیں کہ خدمت خلق بالخصوص ترقی نسوان کے میدان میں وہ ایک پیش رو کی حیثیت رکھتی تھیں اور مرحومہ ہی نا خاتون تھیں جنہوں نے اس روایتی علیحدگی اور رسم و رواج کی زنجیروں کو توڑ دیا جن کی وجہ سے خواتین پر پابندیاں قائم ہو گئی ہیں۔ ان میں ایک دلیرانہ روح کا فرما تھی اور ان کی شخصیت عظمت بخش تھی۔ یہاں سے آزاد تھی سادگی ان کی سلیقہ مندی اور نگہی زندگی کا ایک نمایاں خصوصیت تھی اور سب کی ساد گی طور پر بھی اور جذبہ دوستی تھیں۔ دیگر متعدد مدارس کی طرح حیدرآباد نے پہلے مدرسہ خواتین اور تعلیمی ترقی ان ہی کی سرپرستی کا نتیجہ ہے۔ مرحومہ کے شہر میں مرکز بہبودی اطفال قائم کی خواتین کی ادارے اور چھوٹے ورکس ہندوستانی خواتین کانفرنس کی شاخ حیدرآباد کی پہلی صدر تھیں۔

تقریر ختم کرتے ہوئے ہز ہائینس نے فرمایا کہ یہ امر نہایت موزوں مناسب موقع ہے کہ ایک ایسی خاتون کی یادگار ہوئے جو فیاضی اور ایثار و قربانی کی ایک درخشاں مثال تھیں تمام افراد و غرباء کے لئے اپنے فرائض کا احساس کریں اور ممکنہ حد تک خدمت بنی نوع انسان کے سچے جذبے کے ساتھ ان کو مصائب سے نجات دلانے کی سعی بلیغ کریں۔

اشتہار

حاضری دیوانی مرتبہ محکمہ عدالت صفحی بلدہ نمبر مقدمہ ۱۲۲ سنہ ۵۳ ف باجلاس خالدہ

عبدالرحیم مستغیث بلدہ او ڈگری دار

دعویٰ
اجرائی ڈگری

بنام
ریاست علی

بنام ریاست علی ولد قادر رضا قوم مسلمان عمر ... پیشہ تجارت ساکن ویلاپور جاگیر متعلقہ بلدہ ڈگری دار بر بنا ہونے منتقل ... ڈگری عدالت دیوانی بمقدمہ ۱۴۲ بابت سنہ ۵۳ ف درخواست عدالت ہذا میں ڈگری کی تعمیل پیش کی ہے لہذا تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ تم عدالت میں بتاریخ ۱۰ اسفندار سنہ ۵۳ ف روز چہار شنبہ وقت ۱۰ ساعت حاضر ہو کر اگر کوئی وجہ رکھتے ہو تو ڈگری کی تعمیل نہ کی جانے کی پیش کرو۔ دستخط مدد گار ... مہر